محسن عباس

خوشاب کا ادبی ورثہ: ابتدا تا ۱۹۰۰ء

Despite being far away from great literary centres of the country, District Khushab has enormous literary richness in its deserts, mountains and plains. The article presents an assessment of literature of Khushab from beginning to 19th century. A comprehensive research estimation of literary services of Pello, Yakta Khushabi, Sher Mohd. Girotee, Mir Baddar Meera, Nami Bandiali, Raj Singh, Mir Avazz Baig Khushabi, Jaffar Ali Khushabi, Dil Khushabi, Haider Shah Gillani, Azbar Khushabi, Falak Sher, Hafiz M. Amin Khushabi, Maulvi Noor-u-Din Salmani and Maulana Faqirullah Khushabi has been presented. This literary heritage which is full of life, ego, faithfulness, freedom, patriotism, lofty moral values and endued with rich literary legacy of Khushab, provides a guideline to new authors. It concludes the vital role of Khushab in the enrichment of literature.

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ دریائے جہلم کے کنارے آباد شہر خوشاب دریا کی تندوتیز لہروں اور بیرونی حملہ آوروں کا نشانہ بنتا رہا۔ اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا کے مطابق ''مغل حکمران بابر نے اسے دوبارہ آباد کیا جس کے گرداگرد ایک فصیل اور گیارہ دروازے تھے[1]'' ''سرزمین سرگودھا'' کے مصنف نے موجودہ شہر انگریزوں کے دور کا بتاتے ہوئے چار دروازوں کا ذکر کیا ہے[2]۔ ''ضلع خوشاب، تاریخ، ثقافت، ادب'' کے مصنف امتیاز حسین امتیاز، کابلی، ملتانی، لاہوری اور جہلمی دروازوں کی توثیق کرتے ہیں[3]۔ دراصل یہ نام اس سمت میں واقع بڑے شہر کی نسبت سے رکھے گئے اور اب صرف ایک ہی دروازہ رہ گیا ہے جسے کابلی دروازہ کہتے ہیں۔ خوشاب کب آباد ہوا؟ اس پر ایک تفصیلی مقالے کی الگ سے ضرورت ہے۔ ہاں اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ مغل ۱۵۲۶ء میں بطور فاتح یہاں آئے۔ پہلا مغل حکمران بابر ''تزک بابری'' میں خوشاب اور خوشاب کے بلوچوں کا ذکر بڑی شدومد سے کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ خوشاب مغلوں کی آمد سے پہلے بھی ایک مشہور جگہ تھی۔ اس کی تاریخی، جغرافیائی، ثقافتی، عسکری اور ادبی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ملک کے بڑے ادبی مراکز سے دور ہونے کے باوجود اپنے صحراؤں، کہساروں اور میدانوں میں خاصی ادبی زرخیزی رکھتا ہے۔ خوشاب کو ۱۹۸۲ء میں ضلع کا درجہ ملا۔ کل رقبہ ۶۵۱۱ مربع کلومیٹر ہے۔ سرحدیں مشرقی جانب سرگودھا، مغرب میں میانوالی، شمال میں جھنگ اور جنوب میں جہلم اور چکوال سے ملتی ہیں۔ زیرِ نظر تحقیقی مضمون میں ضلع خوشاب کے زیرِ اثر علاقہ میں ابتدا تا ۱۹۰۰ء کے ادبی ورثے کا تحقیقی جائزہ مقصود ہے جس میں وادیٔ سون کی قدیم تہذیب بھی شامل ہے۔

بعض ماہرین (ڈاکٹر احمد حسن دانی، ڈاکٹر محمد سلیم، سیف الرحمٰن ڈار، منو بھائی، محمد سرور اعوان، شیخ محمد حیات، وغیرہم) تو اسے دنیا کے قدیم ترین خطوں میں سے ایک قرار دیتے ہیں۔ ۱۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ''دی پاکستان ٹائمز'' میں ڈیلی یوٹی ورتی

امریکہ کے پروفیسر ڈاکٹر پل ہیم نے پوٹھوہار (کوہستان نمک) کے علاقے سے دریافت شدہ نباتات کو ایک کروڑ سال پیشتر کا بتایا تھا۔ بعض مؤرخین کوروؤں اور پانڈوؤں کی جنگ بھی اسی علاقے میں ظاہر کرتے ہیں۔ محکمہ آثار قدیمہ کے سابق ڈائریکٹر ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار وادی سون کی تاریخ کا تسلسل ماقبل تاریخ کے زمانے سے جوڑتے ہیں[4]۔ مٹو بھائی ''وادی سون سکیسر'' کو پانی سے باہر آنے والی دنیا کی پہلی خشکی خیال کرتے ہوئے اسے دنیا کی قدیم ترین وادی قرار دیتے ہیں[5]۔ کو مذکورہ بالا بیانات سے اتفاق اور اختلاف کے کئی پہلو نکلتے ہیں۔ حقائق جو بھی ہوں یہاں کی چٹانیں، فاسلز اور دیگر شواہد اپنی تہذیبی قدامت کا پتا ضرور دیتے ہیں۔ ماہرین آثار قدیمہ ڈاکٹر احمد حسن دانی، ڈاکٹر سیف الرحمٰن ڈار اور قائد اعظم یونی ورسٹی کے ڈاکٹر محمد سلیم اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔ ماہرین نے اسے ارضی علوم کا عجائب گھر قرار دیا ہے۔

اگر خوشاب میں شامل یہ خطہ اتنا ہی قدیم ہے تو اس کی سماجی، ثقافتی اور ادبی تاریخ بھی یقیناً قدیم ہوگی لیکن اس قدیم ورثے کا تحفظ ہمیں اوراق تاریخ میں نہیں ملتا۔ مؤرخین اور محققین نے اس علاقے کی اہمیت کو سفحۂ قرطاس پر بکھیرنا شروع بھی کیا تو ادبی حصہ نسبتاً تشنہ رہا۔ اب تک کی معلومات کے مطابق اولین علمی، مذہبی و ادبی تحریروں کے ابتدائی آثار ہمیں علما، صوفیا اور فقہا کے ہاں ملتے ہیں۔ چاہے وہ اشعار کی صورت میں ہوں یا ملفوظات کی صورت۔ خوشاب کی معروف روحانی شخصیات قطب شاہ اعوان، سید احمد شاہ، سید محمود شاہ، تخی سید معروف، مولانا نامی، زین الدین انگوی، مولانا فقیر اللہ خوشابی، یار محمد بندیالوی، عبدالحکیم انگوی، مولانا فتح الدین آزر خوشابی اور بعد ازاں مولانا غلام مرشد و دیگر نے دینی، تبلیغی اور اصلاحی کاوشوں کا فریضہ انجام دیا لیکن ان میں اکثریت نے علم و ادب کے موتی بھی بکھیرے۔ مصنفین کا ایک گروہ جس میں احمد غزالی، امتیاز حسین امتیاز، محمد سرور اعوان اور شاکر کنڈان شامل ہیں تو حضرت سلطان باہو کو بھی خوشاب کا شاعر بتایا ہے۔ تاہم اس سے مدلل اختلاف ہو سکتا ہے لیکن ایک بات تسلیم کرنے کی ہے حضرت سلطان باہو کے آبا و اجداد کا تعلق اس علاقے سے ضرور رہا۔ انگہ ضلع خوشاب کو ان کا تعلقہ علاقہ خیال کیا جاتا ہے۔ پیر مہر علی شاہ گولڑوی بھی درس گاہ انگہ (خوشاب) میں اکتساب فیض کرتے رہے[6]۔ یقیناً انھوں نے یہاں رہ کر کچھ تحریری مشق بھی کی ہوگی۔ غرض کہ خوشاب میں ابتدا ۱۹۰۰ء کے ادبی ورثے کا سراغ لگایا جائے تو پیلو، یکتا خوشابی، شیر محمد گرونی، میر بدر میرا، نامی بندیالی، راج سنگھ، میرزا عوض بیگ خوشابی، جعفر علی خوشابی، دل خوشابی، پیر حیدر شاہ گیلانی، آزر خوشابی، فلک شیر، حافظ محمد امین خوشابی، مولوی نور الدین سلیمانی اور مولانا فقیر اللہ خوشابی کے نام نمایاں ہیں جن کی ادبی خدمات کا تحقیقی جائزہ فرداً فرداً پیش کیا جاتا ہے۔

پیلو (۱۵۳۵ – ۱۶۳۰ء): پنجابی شاعری کے حوالے سے پیلو کا نام جانا پہچانا ہے۔ ''قصہ مرزا صاحباں'' کو پہلی مرتبہ اسی شاعر نے نظم کیا۔ محققین کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود پیلو کی زندگی پر پڑا پردہ مکمل طور پر چاک نہیں کیا جا سکا۔ مہر کا چیلوی نے پیلو کا جنم سال ۱۵۸۰ء لکھا ہے۔ عبدالغفور قریشی بھی پیلو کا سن پیدائش ۱۵۸۰ء بتاتے ہیں۔ ڈاکٹر احمد حسین قلعداری نے پیلو کا زمانہ ۱۵۶۳ تا ۱۶۰۶ء ظاہر کیا ہے۔ شعبہ پنجابی پنجاب یونی ورسٹی کے چیئرمین ڈاکٹر عصمت اللہ زاہد بھی کسی حد تک صاحبان مذکور سے اتفاق کرتے ہیں لیکن جاوید شجیر انے اپنی کتاب ''پھُل کڑ انبار دے'' میں ان تمام آرا کو سامنے رکھتے ہوئے ایک طویل بحث کے بعد درست تاریخ پیدائش ۱۵۳۵ء متعین کی ہے اور تاریخ وفات ۱۶۳۰ء بتائی ہے تاہم اتنی لمبی بحث کے بعد موصوف ۱۵۳۵ء کو اکبری عہد حکومت تسلیم کرتے ہیں جو درست نہیں اس لیے کہ اکبر کی رسم تاج پوشی ۱۴ فروری ۱۵۵۶ء میں ادا کی گئی۔ یوں ۱۵۳۵ء دور ہمایوں قرار پاتا ہے۔ جاوید شجیر امزید معلومات فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پیلو دا اصل تھاں ٹھکانہ ''پیلو ونس'' اے جیہڑا اج کل تحصیل نور پور تھل ضلع خوشاب وچ اے......پیلو دے علاقے نوں ویکھی وا انجھیا اوس دی قوم داناں پتا لگ گیا کہ اوہ ونس قبیلے نال تعلق رکھدا سی پر اوس دے پیو دادے دے ناں دی اجے تو ہر نہ لگ گئی[7]۔''

پیلو کے متعلق محققین اور مصنفین نے مختلف قیاسات سے اس قصے کو بڑا دلچسپ بنا دیا ہے۔ اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا کے مطابق ''پیلو کون تھا؟ کہاں ہوا؟ کچھ پتا نہیں''[11]۔ انور بیگ اعوان لکھتے ہیں ''پیلو چکوال کے ایک گاؤں مہرو پیلو کا رہنے والا تھا''[12]۔ باوا بدھ سنگھ کا خیال ہے ''پیلو شاعر کون سی، کد ہو یا؟ کچھ پتا نہیں چلدا''[13]۔ مولا بخش کشتہ نے پیلو کو قوم کا جاٹ بتاتے ہوئے ویرووال تحصیل ترن تارن ضلع امرتسر کا بتایا ہے''[14]۔ مہر کا چیلوی اور عبدالغفور قریشی کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے۔ اب کئی سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ پیلو امرتسر کا تھا یا چکوال یا پھر پیلو وینس (خوشاب) کا تھا۔ پیلو کا کلام اس سلسلے میں سب سے معتبر ذریعہ تسلیم کیا جاسکتا ہے ۔

مہرو پیلو رانگی تے بادشاں دی جا
گھیو بہتا ، دُدھ تھوڑا تے پانی شوہ دریا[15]

انور بیگ اعوان نے اس شعر کو حوالہ بناتے ہوئے پیلو کو مہرو پیلو (ضلع چکوال) کا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن شعر کا مطلب واضح نہیں کر سکے۔ اصل بات یہ ہے کہ ''بادشاں دی جا'' کوئی روحانی جگہ ہے جس سے پیلو مخاطب ہے کہ ''اے بادشاہاں دی جا پیلو پر مہر کرو، پیلو کو رنگ دو۔ اگر تاریخی تناظر اور جغرافیائی حوالے سے دیکھا جائے تو یہ جگہ خوشاب میں ہے جسے دربار بادشاہاں بھی کہتے ہیں ۔ دوسرے مصرعہ میں ''پانی شوہ دریا'' مزید واضح کر دیتا ہے۔ شہر خوشاب اور دربار بادشاہاں برلب دریا (دریائے جہلم) ہیں جب کہ چکوال میں کوئی دریا نہ ہے۔ ایک اور شعر ملاحظہ ہو ۔

ستھی وکھ بلوچ دی پیلو بُھل گیا
چلماں رنگ برنگیاں دارا چوڑ پیا[16]

تزک بابری، تاریخ فرشتہ، گزیٹیئر آف ڈیرہ غازی خاں ڈسٹرکٹ، گزیٹیئر آف شاہ پور ڈسٹرکٹ، ڈینزل ابٹسن کی تصنیف ''پنجاب کی ذاتیں'' اور ڈاکٹر مہر عبدالحق کی ''تھل'' سے خوشاب میں بلوچوں کے وسیع پیمانے پر آباد ہونے کی توثیق ہوتی ہے۔ جمالی بلوچاں، تتری، لغاری اور خوشاب شہر میں بلوچوں کی وسیع آبادی ہے۔ دوسری طرف انور بیگ اعوان کی تصنیف ''دھنی ادب وثقافت'' کے صفحہ نمبر ۴۸ تا ۱۰۶ چکوال کے علاقے کی معروف اقوام، مارمنہاس، مغل کسر، کہوٹ قریشی، جنجوعہ راجپوت، گوجر، اعوان قطب شاہی اور شیخ گڈہوک کا ذکر تو ملتا ہے لیکن بلوچوں کا ذکر نہ ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چکوال میں بلوچوں کی نہ کوئی ستھی ہے اور نہ وسیع پیمانے پر آبادی۔ مذکورہ بالا قرائن اور شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ پیلو کا تعلق چکوال سے ہے نہ امرتسر ہے بلکہ وہ پیلو وینس ضلع خوشاب کا باسی تھا اور وہیں دفن ہوا۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ضلع خوشاب میں سب سے زیادہ شرح خواندگی اسی گاؤں کی ہے۔ پیلو کی شاعری سے نمونہ ملاحظہ ہو:

بُھٹھ رناں دی دوستی ، کھری جنھاں دی مت
ہس کے لاؤ نیہاں یاریاں ، رو کے ویندیاں دس
جس گھر لائیے دوستی ، مول نہ گھتے لت
اکھیں سمجھ نہ آوندی دانش منداں دی مت[17]

○

پیلو پچھدا شاعرا تیرا کت ول گیا جہان
جے جے کہیاں مجلساں لگ لگ گئے دیوان
مرزا ماریا ملک الموت دا گجھ ماریا اونہوں گمان
وچ قبراں دے کھپ گیا مرزا سوہنا جوان[18]

سر رچرڈ ٹیمپل نے "Legends of the Punjab" جلد سوم میں ''چکو'' کی مرزا صاحباں رومن حروف میں نقل کی ہے۔ شیوزائن نے بھی 'Romantic Tales of the Punjab" میں چکو کا تذکرہ کیا ہے۔ الغرض چکو اپنے وقت کا ایک نابغۂ روزگار تھا اور اس کے ہم عصروں نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ شاعری میں چکو کی برابری مشکل ہے۔ حافظ برخوردار رانجھا کا کہنا ہے ؎

یارو چکو نال برابری شاعر بھل کرن[11]
جسوں پنجابی ہیراں دی تھاپنا کنڈیں دست دھرن

یکتا خوشابی (متوفی ۲۲ جمادی الاول ۱۱۴۰ھ بمطابق ۱۰ اکتوبر ۱۷۳۴ء):

خوشاب کی ادبی تاریخ میں نواب یکتا کا نام صفِ اول میں آتا ہے۔ نام نواب احمد یار خان تھا۔ یکتا تخلص کرتے تھے اور ساتھ خوشابی لکھتے۔ والد کا نام نواب اللہ یار خان تھا جو لاہور، ٹھٹھہ اور ملتان کے صوبیدار تھے۔ برلاس قوم سے متعلق تھے۔ یکتا خود خوشاب کے گورنر رہے۔ اس زمانے میں محمد عاقل لاہوری کا تخلص بھی یکتا تھا۔ فیصلہ ہوا کہ نواب اور عاقل مقررہ زمین میں غزلیں کہیں جو بڑھ جائے اُس کا تخلص یکتا ٹھہرے تو نواب باتفاقِ سخن دانانِ وقت کامیاب رہا۔ موصوف کی مثنوی ''ہیر رانجھا'' زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکی ہے جب کہ غزلیات کا خطی نسخہ پنجاب یونی ورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ شعبہ فارسی پنجاب یونی ورسٹی کے اساتذہ ڈاکٹر محمد صابر، ڈاکٹر محمد سلیم اظہر اور ڈاکٹر نجم الرشید اس دیوان کی تدوین میں مصروف ہیں۔ ڈاکٹر محمد صابر نے اپنے مضمون ''احمد یار خان یکتا خوشابی'' مطبوعہ مجلہ ''کاوش'' جی۔سی یونی ورسٹی، لاہور، سرہنگ خواجہ عبدالرشید نے ''تذکرہ شعرائے پنجاب'' ڈاکٹر ظہور الدین احمد نے ''پاکستان میں فارسی ادب'' اور ڈاکٹر محمد سرفراز ظفر نے مجلہ ''دریافت'' نیشنل یونی ورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد میں مطبوعہ اپنے تحقیقی مضمون میں یکتا کو اپنے زمانے کا ایک اہم شاعر قرار دیا ہے۔ یکتا نے خوشاب میں ہی وفات پائی اور وہیں دفن ہے۔ آج بھی ان کا مقبرہ ''مقبرہ نواب صاحب'' کے نام سے مشہور ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

دلا تا کی درین دنیای دونی — کی ہر غرض خود کار زبونی
نمی فہمی کہ در راہ شقاوت — کنندت نفس شیطان رہنمونی
تیری کامر بیناں از ریاضت — نمی مانند زین شیوہ حرونی
چہ حاصل زین تکلم ھای بی سود — کہ مشغول آمدہ باچند چونی
بگیرد دست تو تا دستگیری — ذرای عقل و دیں داری بروںی
زجام صاف آن ساقی وحدت — بخوری تا شوی صافی درونی[12]
چو احمد خواہی درہمہ کار — منہ ازحد شرعش پافزونی

شیر محمد گروٹی: (۱۷۹۹ء - ۱۸۷۵ء[13]) شیر محمد خوشاب کے ایک گاؤں گروٹ میں پیدا ہوئے۔ پنجابی کے ایک بڑے شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اُنھوں نے سماجی تقاضوں کے مطابق شاعری کی۔ ان کی شاعری کے موضوعات انگریزوں سے نفرت، سماجی اصلاح، سیاسی اور ثقافتی رچاؤ رکھتے ہیں۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

ڈٹھا راج انگریز دا جیہاں ڈٹا کم سوار میاں
جہان سارے تے ہن حوالاتاں قیدی بے شمار میاں
مسلمان تے کسے ہیں نی، وادھے ہین کراڑ میاں
صفت خوشاب شہر دی کیہے جتھے ہندی خود سرکار میاں

لوک جے عرضیاں پرچے دیندے مقدمیاں دا کڑکار میاں
ہوکے شہر وچ رہن ٹوانے گھوڑیاں دے اسوار میاں
جاگیراں سب لے لیونیں ایہیں جے دنیادار میاں
نال کھلوتی قائم دی وتی، حاکماں دی ایہہ دھار میاں
جو کو سخت مریض ہووے تے دھرا باہندے مار میاں
کھا پی چھکے زحمت ہو ویندے اوڑک ٹردے مار میاں

میر بدر میر ا:(۱۸۰۵ – ۱۸۹۵ء)پورا نام میر بدر تھا۔میر اؔ تخلص کرتے تھے۔چشہ وادی سون میں پیدا ہوئے۔ان کا ذکر جے۔ولسن نے ''گلاسری آف شاہ پور'' میں کیا ہے۔میر بدر کو پوڑیاں لکھنے میں حد درجہ مہارت تھی۔ان کے حالات زندگی ہنوز گرد کی دبیز تہوں کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔موصوف کی دو نظمیں جے۔ولسن نے بطور نمونہ گلاسری میں بھی پیش کی ہیں۔نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

پوڑی شیر مارن آکے

وطن جم شیراں ناکدھیاں شیر بوکن راتیں ادھیاں
شیراں دیاں کواناں ودھیاں کون چاڑے شیراں دیاں بدھیاں
گھتن شیر دلاں لوں پھوڑ

چیت ، شیبہہ ، شیہنی ماہ پچھی اس دوہاں تھیں صلاح
رج ، پکھرو ، سون ، سوا ڈدھ پلماں ہوئے ان گھاہ
کر آواں میل صفا جوائی کھسن لور

جیٹھ آیا ، پھگن ہاڑھ اے بچھاں فجری مارے دھاڑے
ڈنگر مار لکھیندیوں چاڑھے ڈر ، خطرہ ، خوف ، کھراڑے
پھد منجھوں ڈنگر چھاڑیے
نپ واہے دندیوں روہڑ

ناؔمی بندیالی: پورا نام سلطان محمود ہے۔ناؔمی تخلص کرتے تھے اور قلمی نام سلطان محمود ناؔمی بندیالی تحریر کرتے۔ناؔمی چہار زبان شاعر تھے۔ان کی شاعری مطبوعہ وغیر مطبوعہ ہر دو صورتوں میں موجود ہے۔ناؔمی موضع بندیال ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے اور دربار مکھڈ شریف (اٹک) کے اسیر ہوئے تو زندگی یاری یاری میں گزار دی۔۱۸۳۷ء میں مولانا محمد علی مکھڈی کا وصال ہوا تو اس پر قطعہ وصال لکھا۔اس تحریر سے کم از کم یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ غالبؔ کے معاصر تھے۔مولانا ناؔمی بندیال ضلع خوشاب میں ہی دفن ہیں۔ان کی فارسی شاعری کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

جانم بہ لب رسید بجاناں خبر کنید زیں جاں زار بدرماں خبر کنید
در طوق بند گیش چو قمری مطوقم ہر بار پیش سرخراماں خبر کنیھ
شدمد تے کہ بردر ناؔمی مجاورم از حال سعید گوش بسلطاں خبر کنید

ناؔمی ایک قادر الکلام شاعر تھے۔تنوع اور جدت ان کے کلام کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ملاحظہ ہو نمونہ کلام جس میں ایک مصرع فارسی اور ایک عربی کا ہے۔یہی چیز ان کی تخلیقی بصیرت کی مظہر ہے۔

آوردہ   تو بوی   چمن   رشکم   ای   صبا

نعم الوفا فداك فؤادی مرحبا

مردن   بآرزوی   تو   خود   آرزویم   است

من مات فی هواك فقد فاض مطلبا

نامیؔ صوفی تھے اور صوفیوں سے محبت رکھتے تھے۔ اس بات پر یقین تھا کہ '' بناں مرشداں راہ نہ ہتھ آندے ڈودھ باجھ نہ رجھدی کھیر میاں''۔ انھوں نے اپنے مرشد زین الدین انگوی مکھڈی کے لیے ایک کافی رقم کی۔ اسے '' تذکرۃ الصدیقین''، '' تذکرۃ الولی'' اور '' مہر تاباں'' کے مؤلفین نے نقل کیا ہے۔ واضح رہے زین الدین کا بھی بنیادی تعلق انگہ ضلع خوشاب سے تھا۔ کافی ملاحظہ ہو:

سنیو وے لوکو! ایہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

یار   یاراں   وچ   رل   مل   باہندے   سوہنے   یار   نظر   نہ   آندے
ویکھن   کارن   دل   ترساندے   عشق   سڑے   غم   لڈیاں   میں

سنیو وے لوکو! ایہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

عشق   ماہی   دا   شیر   جو   پیتا   سر   میڈے   تے   حملہ   کیتا
ماس   کھادا   تن   لہو   پیتا   ہن   رہیاں   مُٹھ   ہڈیاں   میں

سنیو وے لوکو! ایہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں

کوجھی   کملی   تے   بدرنگیاں   سوہنا   جیہڑ   میڈے   لڑ   لگیاں
آپے   دیویں   تو   امرگیاں   ہن   وسار   کیوں   چھڈیاں   میں

سنیو وے لوکو! ایہ گولی شاہ زین الدین مکھڈیاں میں [41]

مؤلفین مذکورہ بالا نے اسے غزل ہندی قرار دیا ہے جو ہیئت اور موضوع دونوں اعتبار سے درست نہیں۔ یہ کافی ہے۔ ہاں اگر بزبان ہندی قرار دیا جائے تو کسی حد تک درست ہوگا۔ نامیؔ کا فارسی، عربی اور ہندوی کلام تو مطبوعہ صورت میں ملتا ہے لیکن خالصتاً اُردو کلام مطبوعہ صورت میں دستیاب نہیں۔ موصوف کی فنی چابکدستی کا یہ عالم تھا کہ ایک بات کو چار زبانوں میں بے ساختہ موزوں کرنے کی کامل قدرت بھی رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو ایک شعر:

کان رجلٌ یو مردی، یک جواں، اک مرد بھلا

قال لی گفتا مرا، آکھیوس میتوں، مجھ کو کہا

نامیؔ فارسی نثر میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی فارسی تصنیف '' تاریخ جہاں نما '' اس سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ تاریخ مذکورہ کا اُردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ الغرض نامیؔ کی شعری و نثری خدمات خوشاب میں انیسویں صدی کا ایک اہم ادبی اثاثہ قرار پاتی ہیں۔

تاریخ ادب میں اور بھی نامیؔ تخلص کے شاعر ملتے ہیں۔ اُردو انسائیکلو پیڈیا کے مطابق غلام دستگیر نامیؔ جو موضع رتہ چیراں شیخوپورہ کے رہائشی تھے اُردو اور فارسی کے اعلیٰ پائے کے شاعر اور ادیب تھے [42]۔ اسی طرح اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا میں '' مولوی بخش الٰہی نامیؔ '' کا ذکر آتا ہے، جنھوں نے مثنوی '' گلزار نسیم '' کے پلاٹ پر ڈراما '' گل بکاؤلی '' لکھا جو مارچ ۱۸۹۳ء میں طبع ہوا۔ وطن اٹاوہ (انڈیا) تھا [43]۔ '' شیفتہ کے تذکرہ '' گلشن بے خار '' میں تین نامیؔ تخلص کے شعرا ملتے ہیں، '' مرزا رجب علی بیگ متخلص بہ نامیؔ، مبارز الدولہ احسان الدین حیدر خان بہادر متخلص بہ نامیؔ اور اس تذکرہ کے صفحہ نمبر ۲۰۰ پر موجود نامی تخلص کے مالک شاعر کا اصل نام مذکور نہیں [44]۔ '' مرزا قادر بخش صابر دہلوی کے تذکرہ '' گلستان سخن '' مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی کے صفحہ نمبر ۴۲۳

پر بلدیو سنگھ ساقی کا ذکر بھی آتا ہے۔ ایک اور ساقی بھی ہوئے ہیں، جن کا تعلق ضلع شاہ پور کے علاقے سے تھا۔ ساقی تخلص کرتے تھے اور ابو الوقار کنیت تھی۔ نظامی شاہ پوری کے نام سے معروف تھے۔

راج سنگھ (پ ۱۸۳۹ء): راج سنگھ ۱۸۳۹ء[۲۴] میں موضع پیل (خوشاب) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام بھگوان سنگھ تھا۔ جاوید کھیرا نے "پیل کرانہ بار دے" میں موصوف کے والد کو بھی اعلیٰ پائے کا شاعر بتایا ہے لیکن کلام دست برد زمانہ کی نظر ہو گیا۔ راج سنگھ پیل سے ہجرت کر کے کچھ عرصہ بھاگنا لوالہ مقیم رہے لیکن سفر راس نہ آیا اور واپس چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ بھاگنا لوالہ کا رخ کیا اور مٹھائی کی دکان سجالی۔ اب کے عمر کافی زیادہ ہو چکی تھی لیکن حافظے میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ تقریباً ۹۷ برس کی عمر میں وفات پائی۔[۲۵] سن پیدائش میں اگر ۹۷ برس جمع کیے جائیں تو سن وفات ۱۹۳۶ء بنتا ہے جب کہ کھیرا نے سن وفات ۱۹۲۲ء تحریر کیا ہے جو با حوالہ سن پیدائش و عمر درست نہیں۔ قیام پاکستان کے بعد ان کی اولاد ہجرت کر کے ہندوستان چلی گئی لیکن راج سنگھ کا نام پنجابی شاعری کے حوالے سے آج بھی زندہ ہے۔ ان کی معروف کتب میں "نظارہ کوچ"، "سی حرفی راس"، "جھگڑا درانی"، "جھگڑا ماں دھی"، "چمبے دیاں کلیاں"، "سوہنی دا کنڈ"، "سہ حرفی باغبان گلستان"، "بے رحم ناگن"، "بھولی مالن"، "گلزار لوہار"، "کھیڈن دے دن چار" اور "گورکھ دھندا" شامل ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

ورم سالوں وفادار وارے نیلی غرض دے لوں سمجھیں خار کنڈا
بال زلف دا خار دے وانگ دسے، دسے ہار سنگھار رخسار کنڈا
جے میں ہتھ لائیں اُسے وقت چُبھے کیکن کہن نہ کرے لاچار کنڈا
راج سنگھ اوہ تیز تلوار سمجھو، پیا ڈسدا ناگ دے آر کنڈا[۲۶]

○

دل نوں نصیحت

نئیں سوکھا عشق نگر لانا او تاں کردا اے مٹی خار میاں
گورکھ دھندیاں وچ جیویں ہو پائیے کردا آدمی جان لاچار میاں
پہلے زت نچوڑ کے خیر لیندا نئیں پُچھدا ذرا وی سار میاں
ڈیرہ جگ وچ نئیں وسان دیندا محل پا لوندا وچ مزار میاں
ولا باز آ جا برے کرتباں توں اسنوں چھڈ کے دے وسار میاں[۲۷]
راج سنگھ مزار کر تیار پہلے پچھوں دلبراں نال پا پیار میاں

راج سنگھ نے زمانے کے مزاج کے مطابق شاعری کی جس میں جذبات بھی تھے اور احساسات بھی۔ سماجی اصلاح ان کی شاعری کا اہم جزو ہے۔ اگرچہ وہ سکھ تھے لیکن "نظارہ کوچ" میں انھیں آخرت کی فکر لاحق رہتی ہے۔ انھوں نے مزاحیہ شاعری بھی کی جس میں ہجر و فراق کے قصے میٹھے میٹھے انداز میں بیان کیے ہیں۔

میرزا عوض بیگ خوشابی: میرزا عوض بیگ خوشابی کا نام "تذکرہ شعرائے پنجاب" میں ملتا ہے جو فارسی زبان میں ہے۔ میرزا عوض بیگ خوشاب میں پیدا ہوئے۔ مرتب خواجہ عبدالرشید کے بقول ان کا زمانہ قرن دوازدہم[۲۸] ہے۔ وہ عوض بھی تخلص کرتے تھے اور میرزا بھی۔ ان کے حالات زندگی پر کوئی مفصل دستاویز نہیں۔ میرزا عوض بیگ خوشابی نے یقیناً فارسی زبان کے ساتھ ساتھ دیگر زبانوں میں بھی قلم اٹھایا ہوگا لیکن افسوس وہ سرمایہ ادب محفوظ نہیں۔ ان کا ایک فارسی شعر ملاحظہ ہو:

جاں دادہ ای عوض لب جاناں گرفتہ ای[۲۹]
زنہار لب بیند کہ ارزاں گرفتہ ای

جعفر علی خوشابی: جعفر علی نام تھا۔ خوشاب میں پیدا ہوئے۔ اسی نسبت سے خوشابی کہلاتے ہیں۔ اپنے وقت کے عمدہ فارسی شاعر تھے۔ ''تذکرہ شعرائے پنجاب'' کے مصنف نے ان کا زمانہ بھی قرن دوازدہم[۲۰] بتایا ہے۔ جعفر علی خوشابی کے متعلق باقی تذکرے اور تاریخیں سکوت کا شکار ہیں بوجہ ایں ان کے حالات زندگی پر مواد نا کافی ہے۔ جعفر کا نام فارسی شاعری کے حوالے سے اہم ضرور خیال کیا جاتا ہے۔ بطور نمونہ ایک شعر ملاحظہ ہو:

شب کہ بی روی تو سر را بسر سنگ زدم
تا سحر نالہ ز کہسار ھمی خواست چو برق[۲۱]

دلؔ خوشابی: پورا نام شریمان لوکنا تھ جی دلؔ تھا۔ دلؔ تخلص تھا۔ خوشاب کے رہنے والے تھے۔ اسی لیے اختصار کے ساتھ قلمی نام دلؔ خوشابی ہی لکھتے۔ ان کے حالات زندگی پر کوئی خاص دستاویز میسر نہیں۔ تاہم واضح رہے کہ شریمان ہندی کا لفظ ہے جس کے معنی امیر یا دولت مند کے ہیں۔ ایک خیال کے مطابق یہ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ وہ سیٹھ یا دولتیے ہوں بوجہ ایں انھیں شریمان کہا جاتا ہو۔ دلؔ انیسویں صدی کے شاعر تھے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

ہمالہ اور شاعر

ہوا ساکت تھی شب خاموش تھی تنہائی تھی ہر سُو
فلک کی گود میں پھرتی تھرکتی تھی قمر کی ضو
زمیں کا ذرہ ذرہ جلوہ مہتاب سے تاباں
سطح پر آب کی خوش چاندنی کی موج تھی رقصاں
لب امواج پر ترو پہری کرنوں کا تبسم تھا
نظارہ کیف آور تھا سرُور انگیز عالم تھا
شراب چاندنی اشعار کے ساغر میں بھرنے کو
شب خلوت میں تنہا تھا میں اپنا کام کرنے کو
خیال افروز تھا دلؔ، نوجواں تھی آرزو میری
ہمالہ سے سرراہ ہوگئی یوں گفتگو میری
کہا میں نے ہمالہ سے ہمارا رازداں تو ہے
بتا کچھ! بزم آدم کا ازل سے پاسباں تُو ہے
قسم تجھ کو تری رفعت کی مجھ سے بات سچ کہنا
قسم تجھ کو تری عظمت کی مجھ سے بات سچ کہنا
تری ہر بات کو میں گوشۂ دل میں چھپا لوں گا
تری آواز کو میں شعر کے سانچے میں ڈھالوں گا
مجھے جذبات کو پھولوں کے تاگے میں پرونا ہے
تری ہر بات کو اس دلؔ میں آکر نظم ہونا ہے[۲۲]

یہ نظم تقریباً پینتیس اشعار پر مشتمل ہے جس میں سے چند اشعار بطور نمونہ نقل کیے گئے ہیں۔ یہ طویل نظم ہے۔ انداز مثنویانہ ہے۔ نظم مذکور میں شاعر نے ہمالہ کے ساتھ کئی تاریخی واقعات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ بکرما جیت، چندر گپت، گوتم، اشوک، کالی داس، راجا بھوج اور راجا کرن کے جزوی اوصاف بھی نظم کا حصہ ہیں۔ غرض کہ دلؔ اپنے وقت کے ایک اچھے شاعر تھے۔

پیر حیدر علی شاہ گیلانی (پ ۱۲۷۶ھ): حیدر علی شاہ گیلانی ۱۲۷۶ھ[۲۳] بمطابق ۱۸۵۹ء[۲۴] موضع جبی (خوشاب) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام امام علی شاہ تھا۔ تئیس واسطوں سے ان کا سلسلہ نسب شیخ عبدالقادر جیلانی سے انسلاک کرتا ہے۔ حافظ قرآن تھے۔ دینی تعلیم مدرسہ سلیمانیہ تونسہ شریف سے مکمل کی۔ وہیں بیعت ہوئے۔ ۷ صفر ۱۳۵۶ھ کو اس دارفانی سے کوچ کیا۔ نثر اور نظم دونوں میں سرمایہ ادب یادگار چھوڑا۔ اردو، پنجابی، عربی اور فارسی زبانوں پر دسترس کی بدولت انھیں تخلیقی اظہار کا ذریعہ بھی بنایا۔ ''نور خوارق حیدری'' ان کی زندگی اور حالات پر لکھی گئی کتاب ہے جب کہ ''مقناطیس الوحدت'' مجموعہ تحاریر ہے۔ کتاب ہذا کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ حصہ اول اسی صفحات پر مشتمل ہے اور یہ عربی زبان میں ہے لیکن ساتھ اُردو ترجمہ بھی موجود ہے۔ حصہ ثانی میں منظوم ''شجرہ خاندان چشتیہ'' ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

وصف کوئی کیا کرے تحریر میرے پیر کی
ہے فزوں تقریر سے توقیر میرے پیر کی
دل کے آئینہ میں ہے تصویر میرے پیر کی
ہے سند گویا بغل میں بخشش تقصیر کی

سالہا شب کو نہ سوئے اور عبادت میں رہے — تھی عبادت اس قدر شب گیر میرے پیر کی
نورِ عرفاں کا ہو روشن دل میں تیرے بے گماں — دیکھ لو گر شکل پُر تنویر میرے پیر کی
اِک نظر سے کر دے تجھ کو مس سے زرِ خالص ابھی — بے شبہ ہے نظر صاف اکسیر میرے پیر کی
سلسلہ میں آپ کے مردانِ حق ہیں پائے بند — ہے کشاں سوئے خدا زنجیر میرے پیر کی
جن و انسان زیرِ فرماں اُن کے تھے سب سربسر — تھی حکومت ایسی عالمگیر میرے پیر کی
آپ کے جو دل میں گزرا حق نے فوراً کر دیا — ہو گئی تقدیرِ حق تدبیر میرے پیر کی
حیدرا تو نسہ کو گر مکہ کہوں کیا خوف ہے — ہر طرف ہے بانگ اور تکبیر میرے پیر کی[25]

موصوف ''حیدرؔ'' تخلص کرتے تھے۔ راہِ سلوک کی منازل طے کرنے میں طہارت و پاکیزگی کے ساتھ اپنی روح کو عشقِ الٰہی سے مستنیر کرتے رہے۔ ان کا کلام تصوف کے مضامین سے بھرپور ہے۔ عشقِ الٰہی، عقیدت، مضامینِ طریقت، پیر و مرشد شیخ رشد و ہدایت جیسے موضوعات سے لبریز اُن کی شاعری دلوں کو گرمانے کے ساتھ سوز بھی دیتی ہے۔ وہ خی میں دفن ہیں اور ہر سال صفر کی انیس بیس کو اُن کا عرس منعقد ہوتا ہے۔

محمد فتح الدین ازہر خوشابی (پیدائش ۱۸۶۴ء[26]): پورا نام محمد فتح الدین تھا۔ اضافت کے ساتھ محمد فتح الدین ازہر انصاری خوشابی لکھتے تھے۔ والد کا نام میاں غلام محمد تھا۔ ۱۸۶۴ء میں خوشاب شہر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم خوشاب سے ہی حاصل کی۔ بعد ازاں پنجاب یونی ورسٹی سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ مسجد موراں لاہور سے بھی دینی تعلیم نصیب ہوئی۔ پھر حیدرآباد (دکن) جا کر مولانا انوار الحق کی شاگردی اختیار کر لی۔ مولانا نے ان کی ذہانت اور قابلیت سے متاثر ہو کر بیٹی کا رشتہ دے دیا۔ اپنی کتاب ''الوقعۃ الاسلامیہ'' کے آخر میں انھوں نے اپنا شجرہ نسب مکمل طور پر بیان کیا ہے۔ ازہر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ماہر طبیب بھی تھے اور بڑے اعلیٰ پائے کے نثر نگار بھی۔ انھوں نے انیسویں صدی میں لکھنا شروع کیا۔ فارسی، عربی اور اُردو زبانوں کے علاوہ علوم دینیہ و شرعیہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان کی تصانیف میں ''مقدمہ تفسیر القرآن''، ''تفسیر القرآن فی تشریح آیات القرآن''، ''الوقعۃ الاسلامیہ''، ''شرح ترکیب دیباچہ گلستان مع حواشی''، ''کتاب العطایا''، ''خزینۃ المیراث''، ''نقشۃ انوار الفرائض''، ''ترجمہ و حاشیہ دلائل الخیرات''، ''رسالہ مفتاح الدلائل''، ''قرار الانوار و مرادات الاسرار''، ''شجرہ ولایت الشہدا''، ''صفوۃ المصادر العربیہ المعروف بہ صرف ازہریہ'' اور ''کتاب الصرف المعروف بہ صرف کبیر'' شامل ہیں۔ انھوں نے مذکورہ تینوں زبانوں میں لکھا اور اُس وقت سے لے کر آج تک تشنگانِ علم ان (کتب) علمی چشموں سے اپنی پیاس بجھا رہے ہیں۔ موصوف کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے۔ مولانا غلام مرشد بھی اُن کے شاگرد تھے۔ انھوں نے ۱۲ شوال بمطابق ۱۲ جنوری ۱۹۳۶ء[27] کو وفات پائی۔ شہر خوشاب میں دفن ہیں۔

فلک شیر (پ ۱۸۶۷ء[28]): پورا نام فلک شیر اور تخلص فلکؔ تھا۔ والد کا نام ملک بہُوں خان تھا۔ ۱۸۶۷ء میں مٹھہ ٹوانہ ضلع خوشاب میں پیدا ہوئے۔ موصوف نے ۱۲۳ برس عمر پائی اور ۱۹۹۰ء میں اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ وہ انگریزی راج اور انگریزوں کے خلاف نفرت کا لاوا شعروں کی صورت اگلتے رہے۔ فلکؔ نے انیسویں صدی میں ہی شاعری شروع کر دی تھی۔ پنجابی اور اُردو دونوں زبانوں میں لکھا لیکن ان کی شہرت کا سبب پنجابی کلام ہے۔ دوہڑا، ماہیا، غزل اور نظم کے شاعر تسلیم کیے جاتے ہیں۔ افسوس کہ ان کا کلام ہنوز زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا تاہم ان کے اشعار لوگوں کو زبانی یاد ہیں۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

ہائے افسوس جے پچھلی عمراں میں ڈِٹھے دُکھ ہزاراں
در درد پئے دھکے لگدے، کِدے کیاں عیش بہاراں

کسے نہ حال ونڈایا یارو ، کیہ سجناں ، کیہ یاراں
بُرے نصیب فلک دے ہاتھن چاڑھتیاں قسمت ہاراں[49]

حافظ محمد امین خوشابی (پ ۱۸۷۲ء[50]): پورا نام محمد امین تھا۔ ۱۸۷۲ء میں محلہ کنڈان والا (خوشاب) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حسن دین تھا۔ اعوان قوم کی شاخ کنڈان سے متعلق تھے۔ ان کے چچا ملک غوث محمد تھے جن کے پڑپوتے واصف علی واصف ہیں۔ واصف کی والدہ محمد امین کی صاحبزادی تھیں۔ یوں موصوف واصف کے نانا قرار پاتے ہیں۔ ثروت طارق نے اپنے ایک مضمون ''واصف علی واصف کا سوانحی خاکہ'' میں محمد امین کی تعلیم ایم۔اے انگریزی تحریر کی ہے۔ نیز حافظ قرآن بتاتے ہوئے شعبہ تعلیم وتدریس سے ان کی وابستگی بتائی ہے[51]۔ وہ جھنگ سے بطور ہیڈ ماسٹر ریٹائر ہوئے۔ معروف سیاستدان ملک خضر حیات ٹوانہ کے اتالیق بھی رہے۔ ان کا شعری مجموعہ ''آئینہ حق نما'' ہے۔ ''آئینہ حق نما'' اسماء الحسنٰی کی منظوم شرح ہے۔ امین نے ۱۹۴۴ء میں وفات پائی اور مدفن جھنگ ہے۔ نمونۂ کلام ملاحظہ ہو:

اللہ - الحق

نہیں اشرف کوئی شے کبریا سے   نہ کوئی علم توحید خدا سے
خدا کی ذات ہے اعلیٰ و برتر   خدا کا علم سب علموں سے بہتر
شرف کونین میں پاتا ہے عارف   جو اسرار الٰہی سے ہو واقف
خدا کا فضل ہے مخلوق ساری   جہاں ہے مظہر افعال باری
یہ افعال الٰہی ہیں مظاہر   کہ جن سے ہیں صفات اللہ ظاہر
مطابق کام کے ہیں نام رب کے   موافق نام کے ہیں کام رب کے
حقیقت معرفت توحید باری   صفات اللہ میں ہے بات ساری[52]

موصوف انگریزی پڑھنے اور پڑھانے کے شائق تو تھے ہی لیکن ان کا کلام واضح کرتا ہے کہ وہ عربی، فارسی اور پنجابی زبانوں کی اونچ نیچ سے بھی بخوبی واقف تھے۔

مولوی نورالدین سلیمانی (پ ۱۲۹۱ھ): نورالدین ۱۲۹۱ھ بمطابق ۱۸۷۴ء موضع کفری، واقعہ وادی سکیسر (خوشاب) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام حاجی نور محمد تھا۔ ان کی تعلیم کے متعلق ''باب الاعوان'' میں آتا ہے:

''تعلیم کا حال یہ ہے کہ ابتدائی کتب فارسی، نظم ونثر، عربی درسی اور چند کتب سلوک وغیرہ اپنے والد ماجد سے پڑھیں..... فقہ وصرف ونحو وحکمت وغیرہ مولانا نور محمد صاحب مفتی شہر لیہ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کی خدمت سے پڑھیں۔ حدیث شریف واصول حدیث شریف واسماء الرجال وغیرہ کی تعلیم حضرت مولانا عبدالحکیم محدث مرحوم لیہ شاگرد مولانا محمد حسین دہلوی سے حاصل کی[53]۔''

موصوف اُردو، فارسی، عربی اور پنجابی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔ انھوں نے شاعری اور تحقیق وتاریخ پر قلم اٹھایا۔ معروف کتب میں ''باب الاعوان''، ''زاد الاعوان''، ''تاریخ سلیمانی''، ''اصلاح المجدد دی فی سلاسل نقشبندی''، ''نورالاسناد'' اور ''حلیہ نوری'' ان کے گہرے مطالعہ، مشاہدہ اور محققانہ مزاج کا ثبوت ہیں۔ مولوی نورالدین کے ارادت مندوں کا حلقہ کافی وسیع تھا۔ محمد سرور اعوان نے اپنی کتاب ''وادی سون سکیسر'' میں سر محمد شفیع کے خاندان کو ان کے ارادت مندوں میں شمار کیا ہے۔ یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ ''مسلم لیگ'' نام کے خالق یہی مرد دانا تھے۔ موصوف کا تعلق پنجاب سے تھا۔ مولوی نورالدین کی شاعری کا نمونہ ملاحظہ ہو:

حمد جل شانہٗ

حمد ہے سب صاحب افلاک کو جس نے پیدا ہے کیا اس خاک کو
پاک ہے وہ بادشاہِ بے زوال اس نے انساں کو کیا والا کمال
پاک ہے وہ قادر ربِّ جہاں لطف سے اس کے ہوا کون و مکاں
پاک ہے وہ خالق ربِّ جلیلﷺ
مصطفیٰ ہے اُس کی قدرت کی دلیل

شاعری کے نمونہ سے واضح ہے کہ وہ عالم باصفا ہونے کے ساتھ شاعرِ دانا بھی تھے۔ انھوں نے حمدیہ اور نعتیہ کلام کے ساتھ مناقب میں بھی اپنی دلی کیفیت کا خوب اظہار کیا ہے۔ وہ تاریخ اسلام کا گہرا مطالعہ رکھتے تھے اسی لیے ان کی شاعری میں یہ پرتو موجود ہے۔

مولانا فقیر اللہ خوشابی (پ ۱۲۸۰ھ ؒ): مولانا فقیر اللہ بن فتح الدین بن عبداللہ موضع کٹھہ مصرال (خوشاب) میں ۱۲۸۰ھ کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا محمد سے حاصل کی۔ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور مولانا عبدالجبار امرتسری کے سامنے بھی زانوئے تلمذ تہ کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دلی گئے اور وہاں سید نذیر حسین دہلوی سے سند حدیث حاصل کی۔ استاد کے حکم پر بنگلور کا رخ کیا اور وہاں ''مدرسہ نصرت الاسلام'' کی بنیاد رکھی۔ بعد ازاں مدراس چلے گئے۔ مدراس میں ''مدرسہ احیاء العلوم'' ان کی یاد ہے۔ مولانا نے بے شمار تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جن میں ''القول المصروق فی البنات التشبد للمسوق''، ''التبری من افتر او المفتری''، ''الموعظۃ الحسنہ فی خطبہ احمد بکل لسان فی الالسنہ'' اور ''رسالہ فی ثبات الجہر بالقاتحۃ فی الصلوٰۃ الجنازۃ'' اہم ہیں۔

اگرچہ ان کی تصانیف کا موضوع مذہب ہے اور بیشتر حدیث، فقہ اور شرعی مسائل کا پتا دیتی ہیں لیکن مولانا کی اُردو، پنجابی، فارسی اور عربی زبانوں پر دسترس ان کی نثر کا طرۂ امتیاز ہے۔ وہ انیسویں صدی کی ایک بڑی علمی و مذہبی شخصیت ہونے کے ساتھ خوشاب ؒ کے اہم نثر نگار تسلیم کیے جاتے ہیں۔ موصوف نے ۹ شوال ۱۳۴۱ھ بمطابق ۲۵ مئی ۱۹۲۳ء کو وفات پائی۔ قبر بنگلور میں ہے۔

ان پندرہ شخصیات کے علاوہ محمد سرور اعوان نے اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی کے پانچ مزید شعرا کا ذکر اپنی کتاب ''وادی سون سکیسر'' میں کیا ہے جن میں ''سید ہاشم شاہ شیرازی، ہاشمی، بڈھا قصائی، میاں غلام نبی اور خان محمد پنڈوال ؒ شامل ہیں لیکن حیف! ان پانچوں شعرا کی شاعری دستبردِ زمانہ کی نظر ہو گئی اور آج ہم نمونہ کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ راقم نے چند ایسے شعرا و ادبا کا سراغ بھی لگایا ہے جن کی پیدائش تو انیسویں صدی عیسوی میں ہوئی لیکن وہ بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں تخلیق ادب پر مائل ہوئے۔ ان میں شیخ شریف (پ ۱۸۸۰ء)، شیر محمد بلوچ (پ ۱۸۸۵ء)، را خادم حسین (پ ۱۸۹۰ء)، باوا محمد عمر رند خوشابی (پ ۱۸۹۲ء) اور بابا علی مسکین کھوڑوی (پ ۱۹۰۰ء) شامل ہیں۔ گو یہ خوشاب میں ابتدا تا ۱۹۰۰ء کا ایک اجمالی ادبی جائزہ کہا جا سکتا ہے لیکن اس میں خاصا فکری سامان موجود ہے۔ یہ خوشاب میں اردو ادب کا وہ پس منظر ہے جس میں اُردو زبان و ادب کی حقیقی روایت کا آغاز ہوا۔ فارسی، عربی، پنجابی، ہندی اور اردو میں خوشاب کے تخلیق کاروں کی ادبی کاوشیں جس فکری، تہذیبی اور ثقافتی پس منظر میں پروان چڑھیں وہ پس منظر اپنی جداگانہ شناخت اور مذہبی اقدار پر استوار ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیتوں اور ذہانتوں سے لیس نظر آتا ہے۔ بوجہ ایں خودداری، وفاداری، حریت پسندی، قدروں سے وابستگی، وطن دوستی، اعلیٰ انسانی قدروں کے تحفظ اور جمالیاتی اظہار و ابلاغ کے رنگ قوسِ قزح کی صورت موجود ہیں۔ اس ادبی ورثہ نے خوشاب کے آنے والے تخلیق کاروں کو ایک ایسی شاہراہ مہیا کی ہے جو زندگی سے بھرپور اور اعلیٰ اقدار سے مالا مال ادبی سرمایہ بطور میراث رکھتی ہے۔

حوالہ جات

۱-اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا، جلد اول، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۸۷ء، صفحہ ۳۶۱۔

۲-محمد حیات، شیخ، ''سرزمین سرگودھا''، ولیس پبلشرز، لاہور ۲۰۰۵ء، صفحہ ۷۷۔

۳-امتیاز حسین امتیاز، ''ضلع خوشاب، تاریخ، ثقافت، ادب''، پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، لاہور، اپریل ۱۹۹۹ء، صفحہ ۵۶۔

۴-سیف الرحمٰن ڈار، با حوالہ ''وادی سون سکیسر از محمد سرور اعوان''، الفیصل ناشران، لاہور ۲۰۰۲ء، صفحہ ۱۹۔

۵-منو بھائی، با حوالہ ''وادی سون سکیسر از احمد غزالی''، فیروز سنز، لاہور ۱۹۹۲ء، صفحہ ۳۰۔

۶-فیض احمد فیض، مولانا، ''مہر منیر''، پاکستان انٹرنیشنل پرنٹرز، لاہور ۱۹۷۳ء، صفحہ ۶۸۔

۷-مہر کا چیلوی، ''ون سونے شاعر'' مہر پبلی کیشنز، میر پور خاص، سندھ، ۱۹۸۵ء، صفحہ ۲۳۔

۸-عبدالغفور قریشی، ''پنجابی ادب دی کہانی''، عزیز بک ڈپو، لاہور ۱۹۷۲ء، صفحہ ۲۳۸۔

۹-احمد حسین قریشی قلعداری، ''پنجابی ادب کی مختصر تاریخ''، مکتبہ میری لائبریری، لاہور ۱۹۶۲ء، صفحہ ۴۷۔

۱۰-جاوید کمبیر، ''پھل کڑ انہاں دے''، راوی پبلشرز، اُردو بازار، لاہور ۱۹۹۳ء، صفحہ ۱۱۳۔

۱۱-اُردو جامع انسائیکلو پیڈیا، جلد اول، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور ۱۹۸۷ء، صفحہ ۳۶۱۔

۱۲-انور بیگ اعوان، ''دھنی ادب و ثقافت''، بزمِ ثقافت، چکوال ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۹۲۔

۱۳-باوا بدھ سنگھ، ''پریم کہانی''، پنجند اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۸ء، صفحہ ۱۳۱۔

۱۴-مولا بخش کشتہ، ''پنجابی شاعراں دا تذکرہ''، عزیز بک ڈپو، لاہور ۱۹۸۸ء، صفحہ ۶۸۔

۱۵-حافظ برخوردار ''مرزا صاحباں (انور بیگ اعوان)''، لوک ورثہ، اسلام آباد ۱۹۸۲ء، صفحہ ۴۳۔

۱۶-پیلو ''مرزا صاحباں''، باہتمام ڈاکٹر فقیر محمد فقیر، پنجابی ادبی اکیڈمی، لاہور ۱۹۶۲ء، صفحہ ۱۳۔

۱۷-پیلو ''ایضاً''، صفحہ ۱۳۔

۱۸-پیلو ''ایضاً''، صفحہ ۱۳۔

۱۹-حافظ برخوردار ''قصہ مرزا صاحباں''، لوک ورثہ، اسلام آباد، سن ندارد، صفحہ ۱۵۔

۲۰-محمد صابر، ڈاکٹر، مضمون مشمولہ ''کاوش''، سالنامہ، گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی، لاہور، شمارہ ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۲۰۰۳ء، صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۴۔

۲۱-سر ہنگ خواجہ عبدالرشید، ''تذکرہ شعرائے خوشاب''، اقبال اکادمی، لاہور ۱۹۸۱ء، صفحہ ۲۰۴، ۲۰۷۔

۲۲-پکا خوشابی، غزل مشمولہ ''خطی نسخہ''، مملوکہ پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، صفحہ ۹۷۔

۲۳-امتیاز حسین امتیاز، ''ضلع خوشاب، تاریخ، ثقافت، ادب''، پنجابی ادبی بورڈ، لاہور ۱۹۹۹ء، صفحہ ۲۷۷۔

۲۴-شیر محمد گروٹی، بحوالہ ''ضلع خوشاب، تاریخ، ثقافت، ادب'' ایضاً، صفحہ ۲۷۹۔

۲۵-امتیاز حسین امتیاز، ''ایضاً'' صفحہ نمبر ۲۸۰۔

۲۶-میر بدر میرا، بحوالہ ''ضلع خوشاب، تاریخ، ثقافت، ادب''، ایضاً، صفحہ ۲۸۰، ۲۸۱۔

۲۷-تاکی، ''خطی نسخہ'' بحوالہ ''تذکرۃ الصدیقین'' مؤلفہ محمد الدین مکھڈی، فیروز سنز، لاہور، سن ندارد، صفحہ ۸۰۔

۲۸-تاکی، ''خطی نسخہ'' مملوکہ عنایت اللہ شاہ آف کنجیال، عکسی نقل مخزونہ راقم۔

۲۹-تاکی، بحوالہ ''تذکرۃ الصدیقین'' ایضاً، صفحہ ۸۱۔

۳۰-تاکی، بحوالہ ''محمد اسماعیل فقیر الحسنی'' راقم سے گفتگو، بمقام شاہ والا شریف، ۱۷ جنوری ۲۰۰۷ء۔

۳۱-اُردو انسائیکلو پیڈیا، مطبوعہ فیروز سنز، لاہور، سن ندارد، صفحہ ۱۳۱۲۔

۳۲- اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا (جلد دوم)، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، سن ندارد، صفحہ ۱۷۰۔

۳۳- شیفتہ، محمد مصطفٰی خان، تذکرہ گلشن بے خار مرتبہ، کلب علی خان فائق، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۷۳ء، صفحہ ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰۔

۳۴- جاوید گھمبیر، ”پھل کڑا نبا ردے“، روی پبلشرز، اُردو بازار لاہور ۱۹۹۳ء، صفحہ ۱۵۷۔

۳۵- جاوید گھمبیر، ”ایضاً“ صفحہ ۱۵۷۔

۳۶- راج سنگھ، بحوالہ ”پھل کڑا نبا ردے“، ایضاً، صفحہ ۱۵۸۔

۳۷- راج سنگھ، بحوالہ ”پھل کڑا نبا ردے“، ایضاً، صفحہ ۱۵۸۔

۳۸- سرہنگ خواجہ عبدالرشید، ”تذکرہ شعرائے پنجاب“، اقبال اکادمی، لاہور ۱۹۸۱ء، ۴۴۱۔

۳۹- میرزا عوض بیگ خوشابی، بحوالہ ”تذکرہ شعرائے پنجاب“، ایضاً، صفحہ ۲۵۹۔

۴۰- سرہنگ خواجہ عبدالرشید، ”ایضاً“ صفحہ ۴۴۰۔

۴۱- جعفر علی خوشابی، بحوالہ ”تذکرہ شعرائے پنجاب“، ایضاً، صفحہ ۱۰۷۔

۴۲- جی این نندہ، ”ہندو دھرم کی عظمت“، لالہ گورواتھ جی نندہ، لاہور، سن ندارد، صفحہ ۷، ۸۔

۴۳- سید حافظ حسن علی شاہ گیلانی (مؤلف)، ”نورِ خوارق حیدری“، آستانہ عالیہ جی شریف، ۱۳۹۵ھ، صفحہ ۵۔

۴۴- عبدالقدوس ہاشمی، ”تقویم تاریخی“، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد طبع دوم ۱۹۸۷ء صفحہ ۳۱۹۔

۴۵- پیر حیدر شاہ گیلانی، ”نورِ خوارق حیدری“، ایضاً، صفحہ ۳۴۸۔

۴۶- امتیاز حسین امتیاز، ایضاً، صفحہ ۱۶۶۔

۴۷- امتیاز حسین امتیاز، ایضاً، صفحہ ۱۶۷۔

۴۸- امتیاز حسین امتیاز، ایضاً، صفحہ ۲۸۴۔

۴۹- ملک شیر، بحوالہ ”ضلع خوشاب، تاریخ، ثقافت، ادب“، ایضاً، صفحہ ۲۸۴، ۲۸۵۔

۵۰- محمد ظہیر بدر، پروفیسر، ”واصف علی واصف احوال و آثار“، القمر انٹر پرائزز، اُردو بازار لاہور ۱۹۹۷ء، صفحہ ۱۹۔

۵۱- ثروت طارق، واصف علی واصف کا سوانحی خاکہ مشمولہ سہ ماہی ”شبیہ“ خوشاب، اپریل تا ستمبر ۱۹۹۹ء۔

۵۲- محمد امین خوشابی، ”آئینۂ حق نما“ قومی کتب خانہ ریلوے روڈ، لاہور ۱۳۱۹ھ، صفحہ ۱۲، ۱۱۔

۵۳- نورالدین سلیمانی، ”باب الاعوان“، ڈاکٹر حکیم غلام نبی اعوان، لاہور ۱۳۱۹ھ، صفحہ ۴۰۔

۵۴- نورالدین سلیمانی، ایضاً، صفحہ ۱۔

۵۵- امتیاز حسین امتیاز، ایضاً، صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱۔

۵۶- امتیاز حسین امتیاز، ایضاً، صفحہ ۱۵۱۔

۵۷- محمد سرور اعوان، ”وادی سون سکیسر“، الفیصل ناشران، لاہور ۲۰۰۲ء، صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹۔